سلسلہ اشاعت نمبر6
تحقیق
باغ فدک
اور
حدیث قرطاس کی تحقیق
تحقیق و تحریر
ابو اسامہ
ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ
خطیب جامع مسجد الفاروق F-20 واہ کینٹ
0344-7519992
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسلامک ریسرچ سنٹر

باغ فدک اور حدیث قرطاس کی تحقیق

الحمدللہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد انبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واھل بیتہٖ اجمعین: امابعد!

سنی شیعہ کے درمیان بہت سارے مسائل باعث نزاع ہیں ان میں ایک مسئلہ باغ فدک کا بھی ہے دونوں اطراف سے اس پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے مگر اطمینان قلب ذہن کے لئے اور دوستوں کے بے حد اصرار پر آسان پیرائے میں اس مسئلہ سے متعلق تحقیقات وتفصیلات پیش خدمت ہیں۔

سب سے پہلے فدک کیا ہے؟ اس کی وضاحت ضروری ہے تاکہ معاملہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

فدک کیا ہے؟:

(1) فدک حرف فا اور دال کے زبر کے ساتھ، خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے

(لسان العرب: 10/473)

(2) حجاز میں ایک گاؤں کا نام ہے جس میں کھجور کے باغات کثرت سے تھے

(تہذیب اللغۃ: 10/73)

(3) ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے دو دن کے فاصلہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل دور ہے

(المصباح المنیر: 7/144)

(4) فدک حرف فا اور دال کے زبر کے ساتھ، خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے

(مشارق الانوار علی صحاح الآثار:2/ 167)

(5) حجاز کا ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے دو دن کے فاصلہ پر واقع ہے

(شرح نہج البلاغہ ابن الحدید:1/ 198 حاشیہ نمبر2)

مال کی اقسام:

(1) **مال وراثت**: یہ وہ مال ہوتا ہے جو وراثت سے ملتا ہے جیسے کوئی باپ مرا تو اس کی جائیداد کی وارث اس کی اولاد ہوگی

(2) **مالِ غنیمت**: یہ وہ مال ہے جو کفار کے ساتھ لڑائی کے بعد ان کا مال ہاتھ آئے اور یہ مال مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے

(3) **مال فیئ**: یہ وہ مال ہے جو کسی سے لڑے بغیر ہاتھ آئے جیسے خیبر کی لڑائی کے دوران فدک بغیر لڑے ہاتھ آیا

فدک کیسے حاصل ہوا؟

فدک کی زمین کیسے حاصل ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں شیعہ سنی دونوں متفق ہیں کہ یہ زمین جنگ لڑے بغیر حاصل ہوئی ایسے مال کو مالِ فیئ کہتے ہیں اور اس بات پر بھی دونوں فریقین شیعہ سنی متفق ہیں کہ مالِ فیئ کسی کو ہبہ نہیں کیا سکتا، اس کے لئے شیعہ کی کتاب سے ثبوت حاضر ہے

(1) یہ گاؤں حضور ﷺ اپنے تصرف میں لائے جس کی خاطر کوئی جنگ نہ کرنا پڑی اور آپ کے تصرف میں آنے سے قبل یہ خیبر کے کفار کی ملکیت تھا اور اللہ کے دین کے فیصلہ کے مطابق یہ موضع صرف اور صرف حضور ﷺ کے لئے مخصوص ہوا اس موضع میں ایک بہتا ہوا چشمہ اور کھجوروں کے بہت سے درخت تھے (مجالس المومنین:1/ 48 درذکر فدک)

(2) سوم فئے است یعنی منجملہ اموالیکہ آئمہ وولاۃ دراں تصرف دارند وآں مالے

است، کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاب خیل در کاب وآں رسول را باشد در حال حیٰوۃ وی وبعد از وی کسیرا کہ قائم مقام وی باشد از ائمہ دین وایشاں ہر کسرا کہ خواہند دھند، وہر چہ صلاح باشد صرف نمایند وایں قول امیر المومنین است۔

ترجمہ: تیسرا مال فئے ہے یعنی منجملہ ان اموال کے کہ جن میں ائمہ اور والیان حکومت تصرف رکھتے ہیں یہ وہ مال ہوتا ہے جو کفار کی ملکیت سے مسلمانوں کے پاس بغیر حرب وضرب کے منتقل ہو کر آجائے اس کے مالک رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتے ہیں جب تک (ظاہری طور پر) بقید حیات ہیں اور ان کی وفات کے بعد اس شخص کی ملکیت قرار پاتے ہیں جو پیغمبر کے قائم مقام ائمہ دین میں سے ہوتے ہیں پھر یہ لوگ جس کو چاہیں اس میں سے عطا کریں اور اس کام پر خرچ کریں جو بہتر ہوتا ہے یہی قول امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔

(تفسیر منہج الصادقین: 9 / 223 زیر آیت ما آفااللہ علیٰ رسولہ مطبوعہ تہران)

فدک کا تصرف کیا تھا؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف مدات جن میں باغ فدک بھی شامل تھا کی آمدنی کو درج ذیل امور پر خرچ فرمایا کرتے تھے

(1) اپنی ذات، اپنے اہل وعیال اور اپنی ازواج پر خرچ فرمایا کرتے تھے اس کے علاوہ تمام بنی ہاشم کو اس آمدنی سے کچھ نہ کچھ عطاء فرمایا کرتے تھے

(2) بادشاہوں کے سفیر اور مہمانوں کی آؤ بھگت بھی اسی آمدنی سے ہوا کرتی تھی۔

(3) حاجت مندوں اور غریبوں کی امداد بھی اسی آمدنی سے ہوا کرتی تھی۔

(4) جہاد کے لئے اسلحہ، مجاہدین کے لئے گھوڑے اور دیگر ساز وسامان بھی اسی آمدنی سے لیا جاتا تھا۔

(5) اصحاب صفہ کے اخراجات بھی اسی سے پورے کیے جاتے تھے۔
صدقہ وغیرہ کا جو مال آتا تھا وہ آپ ﷺ فوراً مستحقین میں بانٹ دیا کرتے تھے اپنے لیے اس میں کچھ نہیں رکھتے تھے۔

اہل بیت رسول کو اللہ نے دنیاوی مال و دولت اور زیب و زینت سے منع فرما دیا

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے

إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا:

ترجمہ: اے رسول کے گھر والو! اللہ صرف یہ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور تم کو خوب ستھرا اور پاکیزہ رکھے (سورہ احزاب:33 پارہ 22)

جب اہل بیت سے صدقہ کو منع فرمایا تو دیگر عیش و عشرت سے بھی پاک فرمایا اور اللہ نے اس مغبوض و مذموم دنیا کی حرص دل سے نکال کر طہارت قلبی عطاء فرمائی اور اہل بیت رسول کو ان دنیاوی عیش و عشرت اور زیب و زینت سے پاک فرمایا اور غربت و فقر کو رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا تو یہی چیز اپنے اہل بیت کے لئے پسند فرمائی حالانکہ جب اللہ نے فرمایا کہ اے محبوب اگر تم چاہو تو یہ پہاڑ سونے کے بن کر تمہارے ساتھ ادھر اُدھر چلتے رہیں لیکن حضور ﷺ نے اس کو منظور نہ فرمایا اس طرح کے کئی دلائل موجود ہیں تو خاتون جنت سیدۃ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کب دنیا کو چاہیں گی جبکہ ان کے والد محترم کی کیفیات پہلے بیان ہو چکیں اور اللہ نے اہل بیت کو انہی چیزوں سے پاک کیا تھا جن کو یہ روافض ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں

یہیں پر شیعہ مؤرخ کا حوالہ ضروری ہے لکھتے ہیں

(کلمہ او ودیعہ خداوند رحمٰن مناعت محل او از ملکوت رفیع تر بود تابعو الی وفدك چه رسدوچه بسیار وقت که حسنین را گرسنه میخوا بانید وبلفئه یك شنبه ایشانرا بسائلی میر ساند مملکت دنیا درچشم او باپر

ذبابے بمیزان نمیرفت وفدك وعوالی چیست حاصل عوالی کدام است)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی ہر بات اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہوتی ہے آپ کا مقام تمام جہانوں سے بلند تر ہے آپ کو فدک اور اس کے عوالی سے کیا غنیمت حاصل ہوئی تھی آپ تو کئی وقت اپنے بچوں حسنین کو بھوکا سلا دیتی تھیں اور ان کا رات بھر کا کھانا سائل کو دے دیتی تھیں دنیا کی دولت تو ان کی نگاہ میں مکھی کے ایک پر کے برابر بھی نہ تھی فدک اور عوالی کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اور ان کی آمدن کس زمرے میں ہے؟ (ناسخ التواریخ: ص 158 طبع جدید تہران)

باغ فدک اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کی تحقیق

مخالفین اس مسئلہ میں ایک خاص بات کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس مسئلہ کی وجہ سے ناراض ہوگئی تھیں اور پھر طرح طرح کے الزامات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر لگائے جاتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کی کسی بھی معتبر کتاب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنا قول کہ میرا حق غصب ہوا اس وجہ سے میں ابو بکر سے ناراض ہوں یا مجھ پر زیادتی کی لہٰذا میں ان سے بات چیت نہیں کروں گی وغیرہ ایسا کوئی جملہ نہیں ہے اور نہ کوئی ثابت کر سکتا ہے یہ صرف اپنی عقل اور لوگوں کی قیاس آرائیاں ہیں جس کی بنا پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر الزام لگانا درست نہیں۔

ہاں جو الفاظ مخالف پیش کرتا ہے جس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے وہ الفاظ یہ ہیں

فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَهَجَرَتْ أَبَابَكْرٍ:

یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا غصہ ہوئیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات چیت چھوڑ دی۔

آئیے! پیش کردہ عبارت سے متعلق تفصیلات آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

(1) سب سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بذات خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس وراثت کا حصہ مانگنے نہیں گئیں بلکہ کسی کو بھیجا

(2) فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ والی روایت بالمعنی ہے یہ الفاظ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نہیں ہیں بلکہ راوی کی ذاتی رائے ہے

ہم ان روایات کو یہاں پر واضح کرتے ہیں

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ بِنْتَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ دریافت کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات مدینہ اور خیبر کے مال کا پانچواں حصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے وہ ہمیں ملنی چاہیے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی ہمارا سب کچھ چھوڑا ہوا صدقہ ہوتا ہے

(1) صحیح بخاری:5/177 رقم 3711,4240,4241

(2) صحیح مسلم:5/153 رقم 4679

(3) سنن ابو داؤد:3/103 رقم 2970

(4) سنن نسائی:7/132 رقم 414

(5) صحیح ابن حبان:11/152 رقم 4823

(6) مستخرج ابی عوانۃ:7/428 رقم 5355

(7) سنن الکبزی للبیهقی:6/300 رقم 12513

(8)شرح السنة للبغوی: 11/143رقم 2741

(9)شرح مشکل الآثار للطحاوی: 1/137رقم 143

(10)مسند احمد: 1/9رقم 55

یہ روایت واضح کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس خود نہیں گئیں بلکہ کسی دوسرے آدمی کو بھیجا اور اس روایت کی سند بھی صحیح ہے اور یہ بات کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا خود جائیں ان کی شان کے لائق بھی نہیں تو پھر ان روایات کا کیا ہوگا جن میں آپ کا جانا موجود ہے اس غلط فہمی کا ازالہ اس طرح سے ہے کہ جن روایات صحیحہ میں آپ کا کسی آدمی بھیجنا ثابت ہوتا ہے وہ حقیقت پر معمول ہے کیونکہ واقعہ تو ایک ہی ہے اور جن روایات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ خود گئیں تو وہ مجاز پر معمول ہے اور ان کی تاویل کرنی ہوگی کیونکہ وکیل کا کام اس کے مؤکل کی طرف منسوب ہوتا ہے لہٰذا اس کی نسبت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی طرف کر دی گئی کیونکہ ان کا کسی کو بھیجنا گویا خود جانا تھا۔

اب دوسری روایت جس میں آپ کی ناراضگی کی بات ہوتی ہے اس کا جائزہ لیتے ہیں

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام ابْنَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ:

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات

کے بعد آپ کی دختر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے بارے میں دریافت کیا جو اللہ تعالیٰ نے بطور "فیئے" دی تھی تو انہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے تو اس پر رسول خدا کی بیٹی سلام اللہ علیہا غصہ میں آگئیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے قطع کلامی کرلی اور یہ قطع کلامی ان کی وفات تک رہی (صحیح بخاری:10 / 330 رقم 2862)

اس کے علاوہ یہی روایت صحیح بخاری:5 / 25،5 / 115،5 / 177،8 / 185 میں چار مرتبہ آئی ہے، صحیح مسلم میں بھی کم از کم دو مرتبہ آئی ہے دیکھئے صحیح مسلم:5 / 153

رقم 4679،5 / 155 رقم 4681 اور سنن ابو داؤد:3 / 103 رقم 2970،2971 میں دو مرتبہ لیکن فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ کے الفاظ موجود نہیں ہیں صرف ایک جگہ بخاری شریف میں یہ الفاظ ہیں پوری صحاح ستہ میں صرف ایک مقام پر اور وہ بھی راوی کا فہم ہے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے الفاظ نہیں، یاد رہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے واقعہ والی روایت تین صحابہ، حضرت عائشہ، حضرت ابو الطفیل، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے جس میں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت جو ابن شہاب الزہری روایت کرتے ہیں اس میں ناراضگی کا ذکر ہے یہ بھی ہمیشہ ذکر نہیں کرتے بلکہ بخاری میں چار مقامات پر یہی زہری روایت کرتے ہیں مگر ناراضگی کا ذکر نہیں کرتے صرف امام زہری کے شاگرد صالح ان الفاظ کو ذکر کرتے ہیں عقیل بن خالد اور شعیب بن ابی حمزہ امام زہری سے ناراضگی والے الفاظ نقل نہیں کرتے لہٰذا صالح کے مقابلے میں دو راویوں کی بات قابل قبول ہے اور صالح کی روایت بالمعنی ہے یہ راوی کا فہم ہے جو کہ درست نہیں

میراثِ انبیاء علیہم السلام کا بیان

فدک کے متعلق شیعہ علماء دو متضاد و متصادم دعوے کرتے ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں ایک دعویٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حصہ مانگا

،اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کی زندگی میں کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو لہذا اس دعوٰی میں یہ دلیل موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو فدک ہبہ نہیں کیا تھا اگر ان کو فدک ہبہ ہو چکا تھا بعد از وصال رسول اللہ ﷺ کے ان کی وراثت سے فدک کا مطالبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی لیکن اس کے ساتھ شیعہ علماء دوسرا یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو حضور ﷺ نے فدک ہبہ کر دیا تھا، یہ دونوں مطالبے ایک دوسرے کی ضد ہیں اگر پہلا مطالبہ درست ہے تو پھر دوسرا مطالبہ غلط ہے اور اگر دوسرا درست ہے تو پھر پہلا مطالبہ غلط ہے یہ ایک سیدھی سی بات ہے جو ہر صاحب عقل اور صاحب علم درست قرار دے گا،

ایک شیعہ عالم علامہ سید محمد جعفر زیدی نے اپنی کتاب [باغ فدک ایک تحقیقی جائزہ] کے صفحہ 47، 48 پر وراثت انبیاء کے حوالہ سے قرآن کی چار آیات سے استدلال کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انبیاء کی وراثت مال و دولت ہے اور وہ ان کی اولاد میں تقسیم ہوتی ہے بلکہ بڑے طمطراق سے لکھا ہے

[بھائی قرآنی آیات ایک نہیں چار ہیں تا کہ سیدہ کی طرف سے چار شاہد عادل شہادت دیں جب کہ چار شہادتوں کا ہونا شہادت کی آخری حد ہے] (باغ فدک ایک تحقیقی جائزہ: ص 47)

اس کے بعد وہ چار آیات اور صرف اس کا ترجمہ لکھ کر بات آگے بڑھاتا ہے آئیے ان آیات کا صحیح مفہوم ملاحظہ فرمائیے:

(1) وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ: سلیمان علیہ السلام بیٹا اپنے باپ داؤد علیہ السلام کا وارث ہوا

[ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ نمل آیت 16)

(2) وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا. يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا:

ترجمہ: یعنی زکریا نے کہا کہ (اے پالنے والے) میں بعد بنی اعمام کے تصرف ناجائز سے ڈرتا

ہوں، تو مجھے باوجود یہ کہ میں نہایت بوڑھا ہوں اور زوج بھی بانجھ ہے، مگر اپنی قدرت سے بیٹا دے دے جو میرا اور میرے بزرگوں کا وارث ہو [ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ مریم آیات 5،6)

(3) يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ:

ترجمہ: یعنی اللہ تمہاری اولاد میں وراثت جاری کرنے کی وصیت کرتا ہے لہٰذا مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا [ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ النساء آیت 11)

(4) وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ:

ترجمہ: یعنی ہم نے والدین اور اقرباء کے ترکہ میں ہر ایک کے بلا استثناء وارث قرار دیئے ہیں

[ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ النساء آیت 33)

جواب: حدیث لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ: آیات قرآنیہ کے خلاف نہیں بلکہ یہ حدیث تو آیات قرآنیہ کی تفسیر کر رہی ہے کیونکہ یوصیکم کے اندر ضمیر جو مفعول بہ ہے وہ مجمل ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ خطاب امت کو ہے یا رسول اللہ ﷺ بھی اس میں داخل ہیں حدیث میراث نے بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اس خطاب میں داخل نہیں یہ حدیث آیات قرآنیہ کے خلاف جب ہوتی جب کسی آیت میں کسی نبی یا حضور ﷺ کا نام لے کر مالی میراث صراحت کے ساتھ ثابت کی جاتی سارے قرآن میں اس قسم کی کوئی آیت نہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان چار آیات میں سے پہلی دو آیات میں انبیاء کا ذکر ہے مگر مالی میراث کا ذکر نہیں، اور آخری دو آیات میں مالی میراث کا ذکر ہے مگر انبیاء کا ذکر نہیں اب ہر ایک آیت کی الگ الگ وضاحت ملاحظہ فرمائیے:

(1) وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ: سلیمان علیہ السلام بیٹا اپنے باپ داؤد علیہ السلام کا وارث ہوا

[ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ نمل آیت 16)

اس آیت میں نبوت اور بادشاہت کی وراثت مراد ہے اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

(1) آیت مذکورہ کے بعد میں ہے إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ: یعنی یہی ہے واضح فضیلت

،اس جملہ میں اسم اشارہ کا مشار الیہ، حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے خود بیان فرمایا ہے جس کو تفسیر صافی:2/ 73 میں نقل کیا۔

[فی الجوامع عن الصادق علیہ السلام یعنی الملك والنبوة]

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ (اسم اشارے سے مراد) بادشاہت اور نبوت ہے۔

(2) محمد بن يحيى، عن سلمة بن الخطاب، عن عبدالله بن محمد، عن عبدالله بن القاسم، عن زرعة بن محمد، عن المفضل بن عمر قال: قال أبو عبدالله عليه السلام: إن سليمان ورث داود، وإن محمدا ورث سليمان، ...:

ترجمہ: حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے

(اصول کافی: 1/ 332 باب ان الائمہ ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء والاوصیاء الذین من قبلھم)

اس روایت نے یہ واضح کر دیا کہ اس آیت میں نبوت اور بادشاہت مراد ہے

(3) بحار الانوار میں ہے: [وورث سليمان] ....وقيل: إنه ورثه علمه ونبوته

اور سلیمان علیہ السلام وارث ہوئے اور اس بارے کہا گیا کہ بے شک وہ وارث ہوئے علم اور نبوت کے (بحار الانوار: جز14/ 66)

(4) حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹوں کی تعداد کتب تاریخ و تفاسیر میں 19 ملتی ہے جیسا کہ اہل سنت کی کتب میں ہے، تفسیر بغوی میں ہے

[{وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ} نبوته وعلمه وملكه دون سائر أولاده وكان لداود تسعة عشر ابنًا]

ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت، ان کے علم اور ان کے ملک کے

وارث ہوئے نہ کہ ان کی باقی اولاد، حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے

(تفسیر بغوی:6/ 148 تحت وورث سلیمان داود)

اسی طرح یہی بات اہل سنت کی متعدد تفاسیر میں موجود ہے چند ایک کتب درج ذیل ہیں

(1) تفسیر اللباب: تحت آیت وورث سلیمان داود (2) تفسیر خازن:3/ 339

(3) تفسیر السراج المنیر:3/ 59 (4) تفسیر العز بن عبد السلام:1/ 799

شیعہ کتاب [ناسخ التواریخ:1/ 270 اور 284] میں 17 بیٹوں کے نام لکھے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعدد فرزند تھے پس اگر آیت مذکورہ میں مالی وراثت کا بیان ہوتا تو پھر صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر نہ ہوتا بلکہ تمام بیٹوں میں وراثت تقسیم ہوتی ،کیا معاذ اللہ اس آیت ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ باقی فرزندوں کو ان کے حق سے محروم کر دیا گیا؟ نہیں ہر گز ایسا نہیں ہے نہ ہی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے فرزندوں کا حق سلب کرنے والے ہیں اور نہ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے بھائیوں کے حقوق غصب کرنے والے ہیں کلام اللہ بے فائدہ ہونے سے پاک ہے اس لئے اس آیت میں میراث نبوت اور بادشاہت مراد ہوگی اور مال کی وراثت سے اس کا کوئی تعلق نہیں

(2) [وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا . يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا]

ترجمہ: یعنی زکریا نے کہا کہ (اے پالنے والے) میں بعد بنی اعمام کے تصرف ناجائز سے ڈرتا ہوں، تو مجھے باوجود یہ کہ میں نہایت بوڑھا ہوں اور زوج بھی بانجھ ہے، مگر اپنی قدرت سے بیٹا دے دے جو میرا اور میرے بزرگوں کا وارث ہو [ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ مریم آیات 5،6)

اس آیت میں بھی وراثت علم شریعت مراد ہے مال کی وراثت ہر گز مراد نہیں اس کے دلائل یہ ہیں

(1) انبیاء علیہم السلام کی نگاہ میں مال دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی بلکہ انبیاء تو علوم الٰہیہ اور

احکام شرعیہ سے سروکار رکھتے ہیں یہ تو دنیادار لوگ ہیں جن کی نگاہ میں مال و دولت بڑی وقعت رکھتی ہے اسی لئے دنیادار چاہتے ہیں کہ ان کا مال اور جمع پونجی ان کی اولاد کے کام آئے کسی دوسرے کے کام نہ آئے اگر دنیادار کا مال اس کی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار کے پاس چلا جائے تو اسے بڑا رنج ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ حال نہیں ہے وہ خود بھوکے رہتے ہیں اپنی اولاد اپنے اہل بیت کو بھوکا رکھتے ہیں دو دو ماہ ان کے چولہوں میں دھواں نہیں ہوتا لیکن دنیاوی اموال جس قدر آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کر دیتے ہیں اور گھر کے لئے کچھ نہیں رکھتے لہٰذا ان مقدس ہستیوں پر اپنے آپ کو قیاس نہ کرو یہ دلیل عقلی ہے جو ہر صاحب عقل کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس آیت میں علم شریعت کی وراثت مراد لیں اور دنیاوی مال کی وراثت مراد نہ لیں۔

(2) اور اگر اس آیت کے ماقبل کو اور مابعد کو سوچ سمجھ کر دیکھ لیا جائے تو علمی میراث کے علاوہ کوئی اور معنیٰ تصور میں نہیں آسکتا، دیکھئے ماقبل یہ ارشاد ہوتا ہے [وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي] ترجمہ: میں بعد بنی اعمام کے تصرف ناجائز سے ڈرتا ہوں، یہ ترجمہ زیدی صاحب کا ہے، اب ذرا سوچئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کس بات کا ڈر ہے کہ رشتہ چونکہ بداعمال ہیں وہ میرے مال کو برے کاموں میں خرچ کریں گے اور یہ معاملہ آپ کو پسند نہیں اس کا علاج تو آسان تھا کہ سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیتے، اور دوسری بات یہ ہے کہ از روئے شریعت باری تعالیٰ آپ کے رشتہ دار آپ کے مال کے وارث تھے اور یہ از روئے باری تعالیٰ ان کا حق تھا تو اس میں گھبرانے کی کیا ضرورت تھی احکام الٰہیہ کے عمل کرنے میں انبیاء علیہ السلام تو نہیں گھبراتے، لیکن دوسرا رخ دیکھا جائے تو آپ کو اس بات کا ڈر تھا کہ میرے رشتہ دار میرے بعد علم شریعت کے پھیلانے میں اور دین اسلام کے پھیلانے میں کوتاہی کریں گے تو یہ اندیشہ واقعی صحیح ہے اور انبیاء علیہ السلام کی شان کے مطابق ہے اس صورت میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں بھی وراثت علم شریعت مراد ہوگی اگر کوئی یہاں پر وراثت مال مراد لینے کی کوشش کرے گا تو ماقبل آیت

کے خلاف کرے گا جو نظم قرآن کو مضر ہے۔

(3) اور اگر اس آیت میں دعائے زکریا کے مابعد کو دیکھا جائے تو ارشاد ہوتا ہے [يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ] (سورۃ مریم آیت:12) اے یحیٰ اس کتاب کو قوت سے پکڑلو: یہ وہی مولود ہیں جن کے لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور یحیٰ علیہ السلام کو فرمایا اس کتاب کو قوت سے پکڑلو اگر زکریا علیہ السلام کی مراد مال کی وراثت ہوتی تو اللہ تعالیٰ یحیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے اے یحیٰ علیہ السلام اس مال کو قوت سے پکڑلو مگر ایسا نہیں لہٰذا اگر یہاں مال کی وراثت مراد لی جائے تو اس آیت کے مابعد کے خلاف ہے، لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں اس آیت میں مال کی وراثت مراد لینا درست نہیں بلکہ علم شریعت کی وراثت مراد لینا ہی درست ہے

(3) يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ:

ترجمہ: یعنی اللہ تمہاری اولاد میں وراثت جاری کرنے کی وصیت کرتا ہے لہٰذا مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا [ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ النساء آیت 11)

اس آیت میں حضور ﷺ کے امتیوں کو خطاب ہے خود اس خطاب کے مخاطب نہیں دلیل وہی ہے کہ حدیث میں ہے [لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ] جس طرح حضور پرنور ﷺ کے لئے چار سے زائد نکاح درست تھے اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیت تھی اسی طرح حضور ﷺ کا اس جہان فانی سے روانگی پر اپنے وارثوں کے لئے علم شریعت وعلم اسرار شریعت میراث میں چھوڑنا، دنیا کی چیزوں میں کوئی چیز حضور ﷺ نے میراث میں نہیں چھوڑی اہل سنت کے لئے تو وہ ایک حدیث ہی اس معاملہ کے لئے کافی ہے جو اوپر بیان ہوئی یعنی (لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ) دل کے اطمینان کے لئے شیعہ کتب سے اس کے دلائل ملاحظہ فرمائیں

(1) محمد بن الحسن وعلى بن محمد، عن سهل بن زياد، ومحمد بن يحيى، عن

أحمد بن محمد جميعا، عن جعفر بن محمد الاشعري، عن عبدالله بن ميمون القداح، وعلي بن إبراهيم، عن أبيه، عن حماد بن عيسى، عن القداح، عن أبي عبدالله عليه السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله: من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا إلى الجنة...... وإن العلماء ورثة الانبياء إن الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ولكن ورثوا العلم فمن أخذ منه أخذ بحظ وافر.

ترجمہ: حضرت امام جعفر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جائے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر لے جاتا ہے ۔۔۔۔اور علماء (دین) انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں بے شک انبیاء کسی شخص کو دینار و درہم (سونے چاندی) کا وارث نہیں بناتے لیکن وہ علم (دین) کا وارث بناتے ہیں پس جس نے اس (علم) میں سے حاصل کیا اس نے بڑا بخت حاصل کیا

(اصول کافی: 1 / 65 باب العالم والمتعلم طبع جدید تہران)

(2) محمد بن يحيى، عن أحمد بن محمد بن عيسى، عن محمد بن خالد، عن أبي البختري، عن أبي عبدالله عليه السلام قال: إن العلماء ورثة الانبياء وذاك أن الانبياء لم يورثوا درهما ولا دينارا، وانما اورثوا أحاديث من أحاديثهم، فمن أخذ بشيء منها فقد أخذ حظا وافرا:

ترجمہ: حضرت امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا بے شک علماء (دین) انبیاء کے وارث ہیں اور اس لئے کہ انبیاء نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا اور بے شک انبیاء نے (شریعت کی) باتوں کا وارث بنایا ہے پس جس نے اس میں لے لیا اس نے بڑا نصیب حاصل کیا

(1) اصول کافی: 1 / 60 طبع جدید تہران (2) البرہان فی تفسیر القرآن البحرانی: 1 / 12

(3) عوالی الآلی للاحسائی: 1/ 15 رقم 29　(4) میزان الحکمۃ للاریشہری: 3/ 363
(5) مستدرک سفینۃ البحار للالنمازی: 1/ 343 (6) بحارالانوار: 1/ 164
(7) الوجیز فی أصول العقائد وأحکام التقلید والبلوغ: 1/ 63
(8) فقہ الصادق الروحانی: ج7/ 162
(9) سیرۃ أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب الصلابی: 1/ 202
(10) مجمع البحرین، الطریحی: 2/ 197

(3) حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو وصیت فرماتے ہیں:

[وتفقه فی الدین فان الفقهاء ورثة الانبیاء ان الانبیاء لم یورثو دینارا اولا درهما ولکنهم ورثوا العلم فمن اخذ منه اخذ بحظ وافر...]

ترجمہ: علم دین حاصل کر اس لئے کہ بے شک فقہاء (علماء) ہی انبیاء کے وارث ہیں انبیاء کسی دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے لیکن انہوں نے علم دین کا وارث بنایا پس جس نے اس میں حاصل کیا اس نے بڑا نصیب لے لیا　(من لایحضرہ الفقیہ: 2/ 236)

(4) حضور ﷺ کے آخری لمحات میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے دونوں بیٹوں حسنین شریفین کو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر کے عرض کیا یارسول اللہ:

[هٰذاان ابناء ك فورثهما شیئاً فقال اما حسن فان له هیبتی وسودری واما حسین فان له جرءتی وجودی]

ترجمہ: یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں پس انہیں کسی چیز کا وارث بنا دیجئے پس حضور ﷺ نے فرمایا حسن کے لئے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین کے لئے میری دلیری اور سخاوت ہے
(1) شرح نہج البلاغہ ابن حدید: 2/ 261　(2) کشف الغمہ: 2/ 84 طبع تہران

(5) عن المفضل بن عمر قال قال ابو عبداللہ ان سلیمان ورث داؤد، وانّ

محمد اورث سلیمان وانا ورثنا محمدا و ان عندنا علم التوراۃ والانجیل والزبور وتبیان مافی الالواح:

ترجمہ: حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے اور ہم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وارث ہوئے اور ہمارے پاس علم ہے تورات وانجیل وزبور کا اور ہمارے پاس بیان واضح ہے اس کا جو الواح موسیٰ علیہ السلام میں تھا

(اصول کافی: 1 / 224، 225 طبع جدید تہران) (مترجم اصول کافی: 1 / 257 طبع کراچی)

(6) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر مواخات قائم کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اور فرمایا کہ تو میرا بھائی اور وارث ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

[والذی ارث منك یارسول الله قال ما ورثت الانبیآء من قبلی قال وما ورثت الانبیآء من قبلك قال کتاب ربهم وسنة نبیهم انت معی یا علی فی قصری فی الجنة مع فاطمة ابنتی هی زوجتك فی الدنیا والأخرة وانت رفیقی:]

ترجمہ: اللہ کی قسم میں آپ کا وارث ہوں گا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ سے پہلے انبیاء کرم علیہم السلام نے میراث نہیں چھوڑی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی پھر آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام نے کونسی چیز میراث میں چھوڑی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کی کتاب اور اپنی سنت میراث میں چھوڑی ہے، اے علی رضی اللہ عنہ تم میرے محل میں جنت میں میرے ساتھ ہو گے میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی تمہارے ساتھ ہوگی وہ دنیا اور آخرت میں تمہاری زوجہ ہے اور تم میرے رفیق ہو گے

(تفسیر فرات کوفی تصنیف فرات بن ابراہیم شیعی: ص 82 مطبوعہ نجف)

اس کے علاوہ خود شیعہ حضرات کے علماء نے اس آیت میں تخصیص کر رکھی ہے خود ان کی کتب فقہ میں

مانع ارث 20 لکھے ہوئے ہیں ان میں 4 حاضر خدمت ہیں

(1) پہلا مانع کفر ہے اس کی صورت یہ ہے کہ باپ مسلمان ہے اور بیٹا اس کا کافر ہے باپ کے مرنے پر یہ کافر بیٹا میراث سے محروم رہے گا شیعہ علماء اس کی تخصیص کے لئے یہ روایت لکھتے ہیں:

[عن أبي عبدالله (عليه السلام) قال: لا يرث الكافر المسلم]

ترجمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں

(1) تفصیل الشریعۃ فی شرح تحریر الوسیلہ:: 12/ 21

(2) وسائل الشیعۃ: 5/ 245 رقم 32387

(2) دوسرا مانع قتل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ بیٹا باپ کو قتل کر دیتا ہے تو وہ اس کی میراث سے محروم ہو جائے گا اس تخصیص کے لئے شیعہ علماء یہ روایت لکھتے ہیں

[محمد بن يعقوب، عن محمد بن يحيى، عن أحمد وعبدالله ابني محمد عن ابن أبي عمير، عن هشام بن سالم، عن أبي عبدالله (عليه السلام) قال: قال رسول الله (صلى الله عليه وآله): لا ميراث للقاتل]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قاتل کے لئے میراث نہیں

(1) وسائل الشیعۃ: 5/ 246 رقم 32417 (2) الکافی الکلینی: 7/ 192

(3) تیسرا مانع غلامی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ باپ آزاد ہو گیا ہے اور بیٹا غلام ہے تو باپ کے مرنے پر یہ غلام بیٹا اس کا وارث نہیں اس تخصیص کی دلیل یہ لکھتے ہیں

[عن أبي عبدالله عليه السلام قال: لا يتوارث الحر والمملوك]

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آزاد اور غلام ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے

(الکافی الکلینی:: 7/ 205)

(4) چوتھا مانع لعان ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد اپنی زوجہ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور وہ عورت انکار کرتی ہے مرد گواہ بھی پیش نہ کرسکا تو معاملہ قاضی کے پاس پیش ہوگا تو قاضی لعان کا حکم دے گا اس کے بعد قاضی ان دونوں میاں بیوی میں تفریق کردے گا اس کے بعد جولڑکا پیدا ہوگا تو وہ لڑکا جب مرے گا تو اس کا باپ اس کی میراث نہیں پائے گا اس تخصیص کی دلیل یہ روایت لکھتے ہیں [عن زرارة، عن أبي جعفر عليه السلام أن ميراث ولد الملاعنة لامه فإن كانت امه ليست بحية فلاقرب الناس إلى امه أخواله.]

ترجمہ: حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لعان والی عورت کا بیٹا مرجائے تو اس کی وارث ماں ہے اگر اس کی ماں زندہ نہ ہو تو اس لڑکے ماموں جو اس کے قریب ہیں وہ وارث ہیں

(الکافی الکلینی: 7/222)

یہ سب روایات خبر واحد ہیں متواتر نہیں بلکہ ان کی سند کو بھی صحیح ثابت کرنا مشکل ہے مگر اس کے باوجود ان سے شیعہ علماء تخصیص ثابت کرتے ہیں اگر شیعہ علماء ان روایات سے آیت وراثت میں تخصیص کرتے ہیں اب اگر اہل سنت صحیح حدیث سے تخصیص کریں تو اس میں کون سی قباحت ہے جبکہ اہل سنت کی پیش کردہ حدیثیں شیعہ سنی علماء کتابوں میں صحیح سند سے موجود ہیں اور ائمہ اہل بیت کی تصدیق شدہ ہیں اس لئے ان کی تخصیص میں تو کسی اہل علم کو کوئی شبہ نہیں اس لئے کہ جو حدیثیں تخصیص کی ہیں وہ ناسخ نہیں بلکہ مفسر ہیں آیت یوصیکم اللہ چونکہ مجمل ہے اور حدیث ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حدیث امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کو مفسر کیا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں ہیں۔

(4) وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ:

ترجمہ: یعنی ہم نے والدین اور اقرباء کے ترکہ میں ہر ایک کے بلا استثناء وارث قرار دیئے ہیں

[ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ النساء آیت 33)

اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت جعفر زیدی نے [بلا استثناء] کا لفظ خود بڑھایا ہے ورنہ بتایا جائے کہ یہ

کس لفظ کا ترجمہ ہے یہ ہی معنوی تحریف ہے اس آیت میں بھی حضور ﷺ کو خطاب نہیں بلکہ امت کو خطاب ہے اور اس تخصیص کے دلائل بھی وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اس آیت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں پوری آیت یوں ہے

[وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوٰلِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوٰلِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ط وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمٰنُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا]

ترجمہ: اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں اُن کا حصہ دو بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے، اب اس آیت میں بلا استثناء کا لفظ کہاں موجود ہے اللہ ہدایت عطاء فرمائے

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی تھیں

اہل سنت کی کتب سے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا:

(1)أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ: مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَتَكِيُّ بِنَيْسَابُورَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا مَرِضَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَتَاهَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا فَاطِمَةُ هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكِ فَقَالَتْ: أَتُحِبُّ أَنْ آذَنَ لَهُ قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَتْ لَهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَتَرَضَّاهَا وَقَالَ: وَاللهِ مَا تَرَكْتُ الدَّارَ وَالْمَالَ وَالْأَهْلَ وَالْعَشِيرَةَ إِلاَّ لِابْتِغَاءِ مَرْضَاةِ اللهِ وَمَرْضَاةِ رَسُولِهِ وَمَرْضَاتِكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتّٰى رَضِيَتْ. هٰذَا مُرْسَلٌ حَسَنٌ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

ترجمہ: امام بیہقی کئی واسطوں سے امام شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا

بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ سے پوچھا باہر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں وہ اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں سیدہ نے کہا کہ تم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) انہیں اجازت دینا پسند کرتے ہو، کہا ہاں، تو سیدہ نے اجازت دے دی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر آئے اور بیمار پرسی کی اور کہا اللہ کی قسم! میرا مکان، مال، گھر بار اور خاندان صرف اللہ، اس کے رسول اور اے اہل بیت تمہاری خوشنودی کے لئے ہے پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ کو راضی کرتے رہے حتیٰ کہ وہ راضی ہوگئیں

یہی روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے:

(1) سنن الکبریٰ للبیہقی: 6/301 رقم 13113

(2) عمدۃ القاری شرح بخاری: جز 22/210

(3) کنز العمال: 5/605 رقم 14070

(4) البدایۃ والنہایۃ: 5/310

(5) سیر اعلام النبلاء: 3/103

(6) جامع الاحادیث لسیوطی: 25/254 رقم 27916

(7) تاریخ الاسلام للذہبی: 3/47

(2) أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: جَاءَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى فَاطِمَةَ حِينَ مَرِضَتْ فَاسْتَأْذَنَ فَقَالَ عَلِيٌّ: هٰذَا أَبُو بَكْرٍ عَلَى الْبَابِ فَإِنْ شِئْتِ أَنْ تَأْذَنِي لَهُ. قَالَتْ: وَذٰلِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَدَخَلَ عَلَيْهَا وَاعْتَذَرَ إِلَيْهَا وَكَلَّمَهَا فَرَضِيَتْ عَنْهُ.

ترجمہ: عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر جانے کے لئے دروازے پر پہنچے تو اندر آنے کی اجازت طلب کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا دروازے پر

ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں اگر تمہاری خوشی ہو تو آجائیں سیدہ نے کہا کہ تم اسے پسند کرتے ہو کہا ہاں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور سیدہ سے معذرت کی اور گفتگو کی تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ان سے راضی ہوگئیں

(1) طبقات الکبریٰ لابن سعد: 8 / 27 طبع بیروت

(2) الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ص 83 (3) سیرۃ الحلبیہ: 3 / 487

شیعہ کتب سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا

(1) كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأخذ من فدك قوتكم، ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله. ولك على الله أن أصنع بها كما كان يصنع، فرضيت بذلك وأخذت العهد عليه به وكان يأخذ غلتها فيدفع اليهم منها يكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعده كذلك الى ان ولى معاوية:

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدک سے تمہاری خوراک لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور فی سبیل اللہ سواریاں بھی لے کر دیا کرتے تھے، میں اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ میں فدک کی آمدنی اسی طرح صرف کروں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے تو حضرت سیدہ (فاطمہ سلام اللہ علیہا) راضی ہوگئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا عہد لے لیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا

(1) شرح نہج البلاغہ ابن حدید: جز 16 جلد 4 ص 80 ذکر ما فعل ابو بکر مطبوعہ بیروت

(2) درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ: ص 332 مطبوعہ تہران

(3) شرح نہج البلاغہ ابن میثم البحرانی: 5 / 107 زیر خط نمبر 44 مطبوعہ تہران

(4) شرح نہج البلاغہ فارسی سید نقی علی: جز 5 ص 936 مطبوعہ تہران

اہل بیت کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا

(1) (السید مرتضی) یقول: فلما وصل الأمر إلی علی بن أبی طالب (علیه السلام) کلم فی رد فدك. فقال: إنی لأستحی من الله أن أردّ شیئاً منع منه أبو بكر، وأمضاه عمر:

ترجمہ: فرمایا جب معاملہ خلافت حضرت علی بن ابی طالب (علیہ السلام) کے پاس پہنچا آپ سے فدک کے لوٹائے جانے میں گفتگو ہوئی آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے اس چیز کے لوٹانے سے شرم خدا آتی ہے جس کو ابو بکر نے نہیں لوٹایا

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید: 4 / 94 مطبوعہ بیروت، کتاب الشافی فی الامامۃ: ص 213)

(2) قال أبو بكر : وأخبرنا أبو زيد قال : حدثنا محمد بن الصباح قال : حدثنا يحيى بن المتوكل أبو عقيل، عن كثير النوال قال: قلت لابی جعفر محمد بن علی علیه السلام : جعلنی الله فداك ! أرأيت أبا بكر وعمر ، هل ظلماكم من حقكم شيئا - أو قال : ذهبا من حقكم بشیء ؟ فقال : لا ، والذی أنزل القرآن علی عبده ليكون للعالمين نذيرا ، ما ظلمنا من حقنا مثقال حبه من خردل. قلت: جعلت فداك أفأتولاهما ؟ قال: نعم ويحك! تولهما فی الدنيا والاخرة. وما أصابك ففی عنقی. ثم قال: فعل الله بالمغيرة وبنان. فإنهما كذبا علينا أهل البيت:

ترجمہ: ابو عقیل کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی (امام باقر) علیہ السلام سے دریافت کیا میری جان آپ پر قربان، کیا ابو بکر اور عمر نے آپ کے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا یا آپ کا حق دبائے رکھا فرمایا نہیں، اللہ کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ تمام جہانوں کے لئے وہ

نذیر بن جائے ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا میں آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان سے محبت رکھوں؟ فرمایا تو برباد ہو جائے انہیں دو جہانوں میں دوست رکھ اور اگر اس وجہ سے تمہیں کوئی نقصان ہو تو یہ میرے ذمہ ہے پھر امام نے فرمایا مغیرہ اور بنان سے خدا نبٹے ان دونوں نے ہم اہل بیت پر جھوٹ باندھا ہے

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید:16 /220 مطبوعہ حلب)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سامنے اپنی ساری جائیداد پیش کردی

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب حق الیقین کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری جائیداد پیش کردی ملاحظہ فرمائیے:

[جناب سیدہ جب مطالبہ فدک پیش کرچکیں تو حضرت ابو بکر نے سیدہ کے بہت سارے مناقب بیان فرمائے اور بہت معذرت کے بعد یہ کہا

"واموال واحوال خود را از تو مضائقه نمے کنم، آنچه خواہی بگیر تو سیده امت پدر خودی، وشجر طیبه از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمے گردد وحکم تو نافذاست در اموال من، اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتۂ پدر تو نمیتوانم کرد"

ترجمہ: اور میرے جملہ اموال واحوال میں آپ کو اختیار ہے آپ جو کچھ چاہیں بلا تامل لے سکتی ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی سردار ہیں اور اپنے فرزندوں کے لئے شجرہ طیبہ ہیں آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے اور آپ کا حکم میرے تمام مال میں نافذ ہے لیکن مسلمانوں کے مال میں آپ کے والد محترم کے فرمان کی مخالفت نہیں کرسکتا] (حق الیقین ملا مجلسی: ص 231)

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا وصال اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھانا

مخالفین کا ایک یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات کی خبر نہ دی گئی جس کی بنا پر وہ جنازہ میں شامل نہ تھے، لیکن ذرا غور کیا جائے تو یہ بات غلط نظر آتی ہے اس لئے کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بیمار ہوئیں تو ان کی تیمارداری حضرت اسماء زوجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرما رہی تھیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں ہی نماز پڑھاتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھتے تھے اور گھر بھی ساتھ ہی تھا تو کس طرح ممکن ہے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تیمارداری تو زوجہ ابو بکر کریں اور گھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کی خبر نہ ہو ملاحظہ فرمائیے:

[ودر بعضی از کتب معتبرہ از ابن عباس روایت کردہ اند، کہ چوں حضرت فاطمہ علیہا السلام از دنیا رحلت کرد، اسماء بنت عمیس گریبان خود را درید، بجانب مسجد دوید حضرت امام حسن وحضرت امام حسین علیہما السلام در راہ او را دیدند واحوال مادر خود را ازاو پرسیدند او ساکت شد وجواب نگفت چوں بخانہ آمدند مادر خود را دیدند کہ در میان خانہ خوابیدہ است پس بنزدیک او آمدند وحضرت امام حسین علیہ السلام او را حرکت داد ثوں دید کہ از دنیا رحلت کردہ است بامام حسن گفت کہ اے برادر خدا ترا مزد دہد در مصیبت مادرت واز خانہ بیروں دویدہ فریاد برآور ند کہ یامحمداہ یااحمداہ امروز کہ مادر ما از دنیا رحلت کرد مرگ تو برائے ما تازہ شد پس حضرت امیر المومنین را خبر

کردند، آں حضرت در مسجد بود چوں ایں خبر جاں سوز را شنید مدہوش گروید، آب بروئے مبارک کش پاشید ند تا بہوش باز آمد]

ترجمہ: بعض معتبر کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ علیہما السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اپنا گریبان پھاڑ دیا اور مسجد کی طرف دوڑ پڑیں راستے میں امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے انہیں دیکھا تو اپنی والدہ کی حالت دریافت کی یہ خاموش رہیں اور جواب میں کچھ نہ کہا جب دونوں (شہزادے) گھر تشریف لائے اپنی والدہ کو گھر کے درمیان سویا ہویا پایا نزدیک آئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے والدہ ماجدہ کو حرکت دی جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ دنیا سے رخصت ہوگئی ہیں تو اپنے برادر اکبر امام حسن رضی اللہ عنہ کو کہا بھائی جان والدہ کی مصیبت میں اللہ تعالیٰ آپ کو صبر عطاء فرمائے گھر سے دوڑتے ہوئے باہر آئے اور زور سے کہا ''یا محمداہ، یا احمداہ'' آج جب کہ ہماری والدہ ہمیں داغ مفارقت دے گئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس امر کی اطلاع دی اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تھے اس اندوہناک خبر کو سنتے ہی بے ہوش ہوگئے لوگوں نے آپ کے چہرے پر پانی ڈالا تب کہیں ہوش آیا (جلاء العیون: 1 / 243، 244 زندگانی فاطمہ زہرا علیہا السلام فصل ہفتم کا آخر مطبوعہ تہران)

اسی طرح حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات کا تذکرہ ناسخ التواریخ میں بھی ہے ملاحظہ فرمائیے:

[قال ابن عباس قبضت فاطمة من نومها فارتجت المدينة بالبكآء من الرجال والنساء وداهش الناس كيوم قبض فيه رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقبل ابوبكر وعمر تعزيان عليا ويقولون له يااباالحسن لاتسبقنا بالصّلوٰة على ابنة رسول الله]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس دن سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا انتقال ہوا تو مرد وزن کی چیخ وپکار سے پورا مدینہ لرز اٹھا اور لوگوں میں ایسی سراسیمگی پھیل گئی جیسے سراسیمگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے وصال کے وقت پھیلی تھی سیدہ کی وفات کا سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تعزیت کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کہا اے ابو الحسن بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے کے وقت ہمیں پیچھے نہ چھوڑنا

(1) ناسخ التواریخ جز اول از تاریخ الخلفاء ص 181 مصنفہ مرزا محمد تقی طبع جدید تہران

(2) کتاب سلیم بن قیس: 226 مطبع حیدری نجف

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا جنازہ پڑھایا

(1) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: صَلَّى عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنْهَا

ترجمہ: امام شعبی کہتے ہیں کہ (سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا) پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی (طبقات الکبریٰ لابن سعد: 8 / 29 رقم 9834 طبع بیروت)

(2) أَخْبَرَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ أَبِي الْمُسَاوِرِ، عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا:

ترجمہ: حماد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ کی امامت کرائی اور آپ نے چار تکبیریں کہیں۔

(1) طبقات الکبریٰ لابن سعد: 8 / 29 رقم 9835 طبع بیروت

(2) کنز العمال: 15 / 718 رقم 42863

(3) جامع الاحادیث لسیوطی: 36 / 408 رقم 39630

ان تمام روایات سے بات بالکل واضح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات کا علم بھی تھا اور جنازہ بھی انہوں نے ہی پڑھایا

نماز جنازہ میں امامت کا دستور

49ھ میں جب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کی امامت کے لئے سعید بن العاص اموی کو آگے کر دیا:

وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب قال حدثنا الحسن بن علي بن عفان قال حدثنا حسين بن علي عن زائدة عن سفيان الثوري عن سالم بن أبي حفصة عن أبي حازم قال رأيت حسين بن علي قدم سعيد بن العاص على الحسن بن علي فصلى عليه ثم قال لولا أنها سنة ما قدمته.

ترجمہ: ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی نماز پڑھانے کے لئے سعید بن العاص کو آگے کر دیا اور پھر فرمایا کہ یہ طریقہ مجھ سے پہلے جاری نہ ہوتا تو انہیں آگے نہ کرتا

(1) معرفة السنن والآثار للبیہقی: 3/ 159 رقم 2131 (2) البدایة والنهایة: 8/ 48

اس مسئلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طریقہ کار

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ تمام کتب تواریخ اس پر گواہ ہیں کہ باغ فدک زمانہ مرتضوی میں بھی اسی طرح رہا جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت میں ایسے ہی جاری رکھا تو اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں فدک غصب کر لیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرض تھا کہ وہ فدک کو تقسیم کرتے اور اس وقت جو وارث موجود تھے ان کو دے دیتے اور شیعہ کے بقول جو بات ناجائز چلی آرہی تھی اس کو درست فرما دیتے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

امام کے لئے پانچ امر ضروری ہیں:

(1) خوب واعظ کرنا

(2) لوگوں کی خیر خواہی میں خوب قوت صرف کرنا

(3) نبی کی سنت کو زندہ کرنا

(4) سزاؤں کے حق داروں کو سزا دینا

(5) حق داروں کو ان کے حقوق واپس لوٹا دینا (نہج البلاغہ مصری: 1/ 202)

قال علی علیہ السلام: انی اذا أبصرت شیئا منکرا أوقد ناری ودعوت قنبرا.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں شریعت کے خلاف کوئی کام دیکھتا ہوں تو میں آگ جلاتا ہوں اور قنبر بلاتا ہوں (رجال کشی: ص 199)

اسی لئے آپ نے ان لوگوں کو جلا دیا جو آپ کو خدا کہنے لگ گئے تھے

دوسرے مقام پر آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ولا المعطل للسنۃ فیھلك الامۃ:

ترجمہ: امام ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جو نبی کے طریقہ کو چھوڑ دے ورنہ امت ہلاک ہو جائے گی

(نہج البلاغہ: 2/ 10 خطبہ نمبر 131)

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طریقہ عین شریعت کے مطابق تھا ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو تبدیل فرما دیتے

اِنَّ عَلِیًّا لَّمَّا وَلِیَ الْخِلَافَۃَ لَمْ یُغَیِّرْھَا عَمَّا عُمِلَ فِیْھَا فِی عَھْدِ اَبِی بَکْرٍ، وَّعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَلَمْ یَتَعَرَّضْ لِتَمَلُّکِھَا، وَلَا لِقِسْمَۃِ شَیءٍ مِّنْھَا، بَلْ کَانَ یَصْرِفُھَا فِی الْوُجُوْہِ الَّتِی کَانَ مَنْ قَبْلَہٗ یَصْرِفُھَا فِیْھَا، ثُمَّ کَانَتْ بِیَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِیٍ، ثُمَّ بِیَدِ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍ، ثُمَّ بِیَدِ عَلِیِ بْنِ الْحُسَیْنِ، ثُمَّ بِیَدِ الْحُسَیْنِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِیَدِ زَیْدِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِیَدِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ تَوَلَّاھَا بَنُو الْعَبَّاسِ عَلٰی مَا

ذَكَرَهٗ اَبُوْ بَكْرِ الْبُرْقَانِيُّ فِي" صَحِيْحِهٖ". وَهٰؤُلَاءِ كُبَرَاءُ أَهْلِ الْبَيْتِ. رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.، وَهُمْ مُعْتَمَدُ الشِّيْعَةِ وَأَئِمَّتُهُمْ. لَمْ يُرْوَ عَنْ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ: أَنَّهٗ تَمَلَّكَهَا، وَلَا وَرِثَهَا، وَلَا وُرِثَتْ عَنْهُ. فَلَوْ كَانَ مَا يَقُوْلُهُ الشِّيْعَةُ حَقًّا لَّأَخَذَهَا عَلِيٌّ، أَوْ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ لَمَّا ظَفِرُوْا بِهَا. وَلَمْ فَلَا.

ترجمہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جاری کسی نظام میں تبدیلی نہیں کی اسکی ملکیت میں کسی قسم کا کوئی تعرض نہیں کیا، نہ اس کی کوئی جائیداد تقسیم کی، بلکہ جو املاک خلافت پہلے سے چلے آرہے تھے انہی میں خرچ کیا، اس کے بعد خلافت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں منتقل ہوئی، پھر ترتیب وار حسین بن علی رضی اللہ عنہ، علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ، حسین بن حسن رحمۃ اللہ، زید بن حسن رحمۃ اللہ، عبداللہ بن حسن رحمۃ اللہ علیہ اور آل عباس کے ہاتھ میں رہی، جیسا کہ ابوبکر برقانی نے اپنی صحیح میں ذکر کیا یہ سب حکمران اہل بیت کے بزرگ شرفا ہیں، یہ لوگ شیعہ اور ان کے ائمہ کے نزدیک زیادہ معتمد اور قابل قدر ہیں، لیکن ان میں کسی سے کوئی ایک بھی روایت نہیں ملتی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ کو اپنی وراثت اور ملکیت سمجھا ہو، لہٰذا اگر شیعہ کا دعوٰی سچ ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یا آپ کے اہل بیت میں سے کسی کو اپنا حق ضرور لینا چاہیے تھا کیونکہ اب حکومت انہی کے ہاتھوں میں تھی ورنہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ دعوٰی درست نہیں

(المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم: 11/88)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو باغ فدک ہبہ کر دیا تھا؟

ایک طرف تو شیعہ حضرات یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو وراثت کا حق نہیں ملا جب اس کے متعلق دلائل کا جواب نہیں دے پاتے تو پھر کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ

سلام اللہ علیہا کو فدک ہبہ کر دیا تھا اگر فدک ہبہ ہوا تھا تو پھر وراثت کے طور پر باغ فدک کا مطالبہ کیسے درست ہوسکتا ہے کیونکہ ہبہ شدہ مال وراثت میں داخل ہی نہیں اس لئے شیعہ کے دونوں دعوٰی ایک دوسرے کی نقیض ہیں ہبہ والی روایات جو اہل سنت کی کتب سے نقل کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں

وأخرج البزار وأبو يعلى ، وَابن أبي حاتم ، وَابن مردويه عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : لما نزلت هذه الآية {وآت ذا القربى حقه} دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فأعطاها فدك

(الدر المنثور لسیوطی:9/320)

حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ ، ثنا أَبُو يَحْيَى التَّيْمِيُّ ، ثنا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ ، عَنْ عَطِيَّةَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ، قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ : {وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ} دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَاطِمَةَ فَأَعْطَاهَا فَدَكَ (کشف الاستار:2/390)

وقال الحافظ أبو بكر البزار : حدثنا عباد بن يعقوب، حدثنا أبو يحيى التيمي حدثنا فضيل بن مرزوق، عن عطية، عن أبي سعيد قال لما نزلت، هذه الآية {وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ} دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فأعطاها "فدك (تفسیر ابن کثیر:5/68)

سب روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت {وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ} نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور انہیں فدک عطاء کر دیا

ان جیسی تمام روایات میں فضیل ابن مرزوق، عطیہ العوفی اور ابو سعید راوی ہیں ابو سعید سے مراد یہاں ابو سعید کلبی صاحب تفسیر ہیں ان کا مکمل نام یہ ہے الكَلْبِيُّ مُحَمَّدُ بنُ السَّائِبِ بنِ

بِشْرٍ: اس کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں [العَلاَّمَةُ، الأَخْبَارِيُّ، أَبُو النَّضْرِ مُحَمَّدُ بنُ السَّائِبِ بنِ بِشْرٍ الكَلْبِيُّ، المُفَسِّرُ. وَكَانَ أَيْضاً رَأْساً فِي الأَنْسَابِ، إِلاَّ أَنَّهُ شِيْعِيٌّ، مَتْرُوْكُ الحَدِيْثِ.] (سیر اعلام النبلاء: 11/309 رقم 111)

(1) محمد بن سائب الکلبی کا تعارف:

(1) ابو نعیم اصفہانی لکھتے ہیں:

[محمد بن السائب الكلبي عن أبي صالح أحاديثه موضوعة]

محمد بن سائب الکلبی نے ابی صالح سے جو روایات کی ہیں وہ جھوٹی ہیں

(الضعفاء للاصفہانی: ص 138)

(2) امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[محمد بن السائب أبو النضر الكلبي، تركه يحيى بن سعيد، وابن مهدي. حدثنا علي ثنا يحيى بن سعيد عن سفيان قال: قال لي الكلبي: قال لي أبو صالح: كل شيء حدثتك فهو كذب]

ترجمہ: محمد بن سائب الکلبی کو یحییٰ بن سعید اور ابن مہدی نے چھوڑ دیا تھا، امام سفیان کہتے ہیں کہ کلبی نے مجھ سے کہا کہ میں نے ابو صالح سے جو روایات کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں

(الضعفاء للبخاری: ص 121 رقم 337)

(3) امام عقیلی نے اسے ضعفاء میں لکھا (الضعفاء للعقیلی: 4/76 رقم 1632)

(4) ابو زرعہ رازی نے اس ضعفاء میں لکھا ہے

(الضعفاء وأجوبة أبي زرعة الرازي على سؤالات البرذعي: 2/654 رقم 289)

(5) امام دارقطنی نے ضعفاء میں لکھا (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ص 34 رقم 437)

(6) ابو حاتم لکھتے ہیں

محمد بن السائب الكلبی : كنيته أو النضر، من أهل الكوفة، وهو الذی يروی عنه الثوری ومحمد بن إسحق ويقولان: حدثنا أبو النضر حتی لا يعرف، وهو الذی كناه عطية العوفی أباسعيد وكان يقول: حدثنی أبو سعيد يريد به الكلبی فيتوهمون أنه أراد أباسعيد الخدری.

یعنی محمد بن سائب الکلبی جس کی کنیت ابونضر ہے جوکوفہ کے رہنے والے ہیں سفیان ثوری اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں اس کو نہیں جانتے اور عطیہ عوفی اس کی کنیت ابوسعید بیان کرتا ہے اور کہتا ہے مجھ سے حدیث بیان کی ابوسعید نے اس سے اس کی مراد الکلبی ہوتا ہے لیکن دوسروں کو وہم دیتا ہے کہ اس سے مراد ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ہے (المجروحین لابی حاتم:2/253)

(7) امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال معتمر بن سليمان عن أبيه كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبی ---- وقال الدوری عن يحيی بن معين ليس بشیء وقال معاوية بن صالح عن يحيی ضعيف وقال أبو موسی ما سمعت يحيی ولا عبدالرحمن يحدثان عن سفيان عنه بشیء وقال البخاری تركه يحيی وابن مهدی---- وقال عبد الواحد بن غياث عن ابن مهدی جلس إلينا أبو جزء علی باب أبی عمرو بن العلاء فقال أشهد أن الكلبی كافر قال فحدثت بذلك يزيد بن زريع فقال سمعته يقول أشهد أنه كافر قال فماذا زعم قال سمعته يقول كان جبريل يوحی إلی النبی صلی الله عليه وآله وسلم فقال النبی لحاجته وجلس علی فأوحی إلی علی فقال يزيد أنا لم أسمعه يقول هذا ولكننی رأيته يضرب صدره ويقول أنا سبائی أنا سبائی.

قال العقيلی هم صنف من الرافضة أصحاب عبدالله بن سبأ وقال ابن

فضيل عن مغيرة عن ابراهيم أنه قال لمحمد ابن السائب ما دمت على هذا الرأى لا تقربنا وكان مرجئا.....وقال أبو عاصم زعم لى سفيان الثورى قال قال الكلبى ما حدثت عن أبى صالح عن ابن عباس فهو كذب فلا ترووه.وقال الاصمعى عن قرة بن خالد كانوا يرون أن الكلبى يزرف يعنى يكذب وقال يزيد ابن هارون كبر الكلبى وغلب عليه النسيان وقال أبو حاتم الناس مجمعون على ترك حديثه هو ذاهب الحديث لا يشتغل به وقال النسائى ليس بثقة ولا يكتب حديثه .....وقال على بن الجنيد والحاكم أبو أحمد والدارقطنى متروك وقال الجوزجانى كذاب ساقط وقال ابن حبان وضوح الكذب فيه أظهر من أن يحتاج إلى الاغراق فى وصفه روى عن أبى صالح التفسير وأبو صالح لم يسمع من ابن عباس لا يحل الاحتجاج به وقال الساجى متروك الحديث وكان ضعيفا جدا لفرطه فى التشيع وقد اتفق ثقات أهل النقل على ذمه وتركه الرواية عنه فى الاحكام والفروع قال الحاكم أبو عبد الله روى عن أبى صالح أحاديث موضوعة وذكر عبد الغنى بن سعيد الازدى أنه حماد بن السائب الذى روى عنه أبو أسامة وتقدم فى ترجمة عطية أنه كان يكنى الكلبى أبا سعيد ويروى عنه.

ترجمہ: معتمر اپنے والد سلیمان سے روایت کرتا ہے کہ کوفہ میں دو کذاب تھے ان میں ایک کلبی تھا اور دوری نے بروایت یحییٰ بن معین روایت کیا کہ کلبی کچھ نہیں ہے اور معاویہ بن صالح بروایت یحییٰ بیان کرتا ہے کہ کلبی ضعیف ہے اور امام بخاری کا بیان ہے کہ کلبی کو یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا تھا۔ عبدالواحد بن غیاث نے ابن مہدی سے روایت کی کہ ابو جزء نے ابو عمرو بن علاء کے

دروازے میں ہمارے پاس بیٹھ کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے ابن مہدی نے کہا کہ میں نے یزید بن زریغ سے اس کا تذکرہ کیا وہ بولا کہ میں نے ابوجزء کو کلبی کے متعلق یہ کہتے ہوا سنا ہے کہ حضرت جبرئیل حضور ﷺ پر وحی القاء کر رہے تھے آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور جبرئیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وحی القاء کرنا شروع کر دی، اس پر یزید نے کہا کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا مگر میں نے دیکھا ہے کہ کلبی سینہ ٹھونک کر کہا کرتا تھا میں سبائی ہوں میں سبائی ہوں، عقیلی کا قول ہے کہ سبائی دراصل رافضیوں کی ایک شاخ ہے اور یہ لوگ عبداللہ بن سباء کے چیلے ہیں، ابن فضیل نے بروایت مغیرہ بیان کیا ہے کہ ابراہیم نے محمد بن سائب سے کہا کہ جب تک تو اس رائے پر ہے ہمارے نزدیک نہ آنا اور وہ مرجئی تھا ابوعاصم کہتے ہیں کہ سفیان ثوری نے مجھ سے بیان کیا کہ کلبی کا قول ہے کہ میں نے جو کچھ بروایت ابوصالح، ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ جھوٹ ہے تم اسے روایت نہ کرنا اصمعی نے بروایت قرۃ بن خالد بیان کیا کہ لوگ سمجھتے تھے کہ کلبی جھوٹ بولتا ہے اور یزید بن ہارون کا قول ہے کہ کلبی عمر رسیدہ ہوگیا اور اس پر نسیان غالب ہوگیا ابوحاتم کا بیان ہے کہ لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ کلبی کی حدیث چھوڑ دینی چاہیے اور اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے نسائی کا قول ہے کہ کلبی ثقہ نہیں اور اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی اور علی بن جنید اور ابواحمد حاکم اور دارقطنی کہتے ہیں کہ کلبی متروک ہے جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ بہت بڑا جھوٹا اور ساقط عن الاعتبار ہے ابن حبان کا قول ہے کہ کلبی کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے جو محتاج بیان نہیں اس نے ابوصالح سے تفسیر روایت کی ہے اور ابوصالح نے حضرت ابن عباس سے سنا نہیں اس کے ساتھ احتجاج جائز نہیں ساجی کہتا ہے کہ کلبی کی حدیث متروک ہے اور تشیع میں غلو کے سبب نہایت ضعیف ہے اور ثقات ناقلین اس کی مذمت اور احکام و فروع میں اس کی روایت کو چھوڑ دینے پر متفق ہیں اور ابوعبداللہ حاکم کا بیان ہے کہ اس نے ابوصالح سے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں اور عبدالغنی بن سعید ازدی نے ذکر کیا کہ وہ حماد بن سائب ہے جس سے ابواسامہ نے روایت کی

اور عطیہ عوفی کے حال میں پہلے آچکا ہے کہ مذکور کلبی کو ابوسعید کی کنیت سے یاد کرتا ہے اور اس سے حدیثیں روایت کرتا ہے (تہذیب التہذیب:9/157 تا 159 رقم 268)

(2) عطیہ العوفی کا تعارف:

امام ذہبی لکھتے ہیں:

عطية بن سعد العوفى الكوفى تابعى شهير ضعيف......وقال سالم المرادى: كان عطية يتشيع.وقال ابن معين: صالح.وقال أحمد: ضعيف الحديث.وكان هشيم يتكلم فى عطية.وروى ابن المدينى، عن يحيى، قال: عطية، وأبو هارون، وبشر بن حرب عندى سواء.وقال أحمد: بلغنى أن عطية كان يأتى الكلبى فيأخذ عنه التفسير، وكان يكنى بأبى سعيد فيقول: قال أبو سعيد.قلت: يعنى يوهم أنه الخدرى.وقال النسائى وجماعة: ضعيف.

ترجمہ: عطیہ بن سعید العوفی الکوفی مشہور تابعی ہے اور روایت میں ضعیف ہے سالم المرادی نے کہا کہ عطیہ شیعی تھا اور ابن معین نے کہا کہ صالح ہے امام احمد نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہے اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے یحییٰ سے ابن مدینی نے روایت کیا کہ عطیہ، ابوہارون اور بشری بن حرب میرے نزدیک روایات حدیث میں ایک جیسے ہیں امام احمد نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ عطیہ، کلبی کے پاس آتا اور اس سے تفسیر قرآن حاصل کرتا تھا اور اس کی کنیت ابوسعید اس لئے ذکر کرتا تا کہ لوگوں کو وہم میں ڈالے کہ اس (ابوسعید) سے مراد ابوسعید الخدری ہیں امام نسائی اور ایک جماعت محدثین نے کہا کہ عطیہ حدیث میں ضعیف ہے (میزان الاعتدال:3/79 رقم 5667)

جب دو راوی اتنے شدید ضعیف ہوں تو اس کو کیسے قبول کیا جائے لہٰذا یہ روایت مردود ہے

وأخرج البزار وأبو يعلى، وابن أبي حاتم، وابن مردويه، عن أبي سعيد الخدری رضی اللہ عنه قال: لما نزلت هذه الاية: "وآت ذا القربى حقه" دعا رسول الله صلی اللہ علیه وسلم فاطمة فأعطاها فدك.

(المسترشد-محمد بن جریر الطبری (الشیعی): 1/428)

القاسم بن زکریا حدثنا عباد بن یعقوب، حدثنا علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیة عن أبي سعید قال: لما نزلت: وآت ذا القربى حقه دعا رسول الله (ع) فاطمة فأعطاها فدك: (الغارات، ابراہیم بن محمد الثقفی: 1/243)

روی ابن بابویه مرفوعا إلى أبي سعید الخدری قال: لما نزلت " وآت ذا القربحقه " (5) قال رسول الله صلی الله علیه وآله: لك فدك، وفی روایة اخری عنه أیضامثله، وعن عطیة قال: لما نزلت " وآت ذا القربی حقه "دعا رسول الله صلی الله علیه وآله فاطمة فأعطاها فدك:

(بحارالانوار مجلسی: ج:93/213 مطبوعہ بیروت)

وعن أبي سعید الخدری قال: (لما نزلت (وآت ذی القربی حقه) قال: دعی رسول الله (صلی الله علیه وآله) فاطمة فأعطاها فدك)

(ینابیع المودہ لذوی القربی: 1/311)

ان تمام روایات کا مفہوم بھی وہی ہے جو عطیہ عوفی کی سند سے روایات ہیں اور ان تمام روایات میں بھی عطیہ عوفی موجود ہے تو ان روایات کا حکم بھی وہی ہے یعنی نامقبول روایات ہیں اسی طرح کی جتنی روایات ہیں ان کا مفصل جواب [آیات بینات] میں نواب محسن الملک نے دے دیا ہے جن کو تفصیل چاہیے ہو وہ اس کا مطالعہ کریں

حدیث قرطاس کی تحقیق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل نہیں کی جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قلم اور دوات مانگی انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت علی رضی اللہ عنہ تحریر میں لانا چاہتے تھے۔

جواب: سب سے پہلے وہ روایت جو بخاری میں ہے جس کی بنا پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ من وعن آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

[حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُومُوا عَنِّي، وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَبَيْنَ كِتَابِهِ.]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا اس وقت آپ کے پاس دراقدس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سمیت بہت سے افراد حاضر تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس سامان کتابت لاؤ تا کہ میں تمہیں کچھ لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت تکلیف میں ہیں اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن ہے وہ ہمیں کافی ہے تو اس پر گھر والوں میں اختلاف رونما ہو گیا ان میں سے بعض نے کہا کہ سامان کتابت آپ کے پاس کر دو تا کہ تمہارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے اور کچھ دیگر حضرات نے وہی کہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ان دونوں گروہوں کا شور و اختلاف بڑھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

انہیں چلے جانے کو کہا عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مصیبت اور بہت بڑی مصیبت وہ چیز ہے جو بوجہ ان کے باہمی اختلاف کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے لکھ کر کچھ دینے میں حائل ہوگئی

(صحیح بخاری: 1/39 رقم 114) اسی طرح یہ روایت صحیح بخاری: 6/12 رقم 4432 میں ہے

اسی طرح ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں

[فَقَالَ ذَرُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ فَأَمَرَهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا.]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اور آپ نے انہیں تین وصیتیں کرنا شروع فرمائیں (1) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (2) ایلچیوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا اور تیسری وصیت سے راوی حدیث خاموش رہے اور بیان نہیں فرمائی یا بیان کی لیکن مجھے بھول گئی

(صحیح بخاری: 4/120 رقم 3168)

اگر کوئی یہ کہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خلافت لکھنی تھی تو اس کا مطلب ہے کہ غدیر خم پر جو خطبہ دیا اور اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا غلط ہے کیونکہ اگر اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا تو اب اس کو لکھنے کا کیا مطلب ہے اس بات سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ وہ نظریہ غلط ہے حالانکہ اس کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے مصلے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھڑا کرنا جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے خلیفہ مقرر کرنے کے مترادف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی قابل غور ہے

[فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ

وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک صحبت اور مال کے لحاظ سے سب سے زیادہ فائدہ ابوبکر نے مجھے دیا ہے اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا البتہ اسلام کی برادری اور مودت ہے اور مسجد میں سب کھڑکیاں بند کردی جائیں سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔

(صحیح بخاری: 1/126 رقم 466)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا

[فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةُ لِلْبَيْعَةِ. فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ صَلَاةَ الظُّهْرِ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ وَأَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللهُ بِهِ وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي الْأَمْرِ نَصِيبًا فَاسْتُبِدَّ عَلَيْنَا بِهِ فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبْتَ. فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ الْمَعْرُوفَ.]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا آج سہ پہر کے وقت ہم آپ سے بیعت کریں گے اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ بیان کیا اور بیعت میں ان کی تاخیر کرنے کا عذر بیان کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا پھر استغفار کیا (اور منبر سے اتر آئے) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ انہوں نے جو تاخیر کی اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف خلافت میں کچھ رغبت رکھتے تھے اور

نہ ہی وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خداداد فضیلت کا انکار کرتے تھے لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت (کے مشورہ) میں ہمارا بھی کچھ حصہ تھا اور ہم سے مشورہ لئے بغیر یہ حکومت بنالی گئی اس وجہ سے ہمارے دلوں کو رنج پہنچا مسلمان اس بیان سے خوش ہوئے اور کہا آپ نے ٹھیک فرمایا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس معروف راستے کو اختیار کرلیا تو لوگ ان کی طرف پھر مائل ہو گئے

(1) صحیح مسلم:5/153 رقم 4679 (2) صحیح بخاری:5/178 رقم 4241

(3) صحیح ابن حبان:11/152 رقم 4823 (4) مسند الشامیین:4/198 رقم 3097

شیعہ حضرات کی کتب میں بھی اسی قسم کی بات لکھی ہے ملاحظہ فرمائیے:

[وقال علی والزبیر ما غضبنا إلا فی المشورۃ وإنا لنری أبا بکر أحق الناس بھا إنہ لصاحب الغار وإنا لنعرف لہ سنہ ولقد أمرہ رسول اللہ ص بالصلاۃ بالناس وھو حی.]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری ناراضگی تو صرف مشورہ کے بارے میں ہے حالانکہ ہماری رائے یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلافت کے لئے لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار ہیں بے شک وہ صاحب غار ہیں اور ان کی بزرگی کو بھی ہم پہچانتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حیات ظاہرہ میں تھے تو آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کا حکم دیا تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ فضل والے تھے

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:1/376)

حدیث قرطاس میں واضح موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو سب کو خطاب فرمایا تھا کہ دوات اور قلم لاؤ اس میں صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تخصیص کرنا یہ صرف تعصب ہے بالفرض اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روکا تھا تو بعد میں [جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درخواست کی کہ سامان کتابت لے آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے

بلا رہے ہو اور آپ نے انہیں تین وصیتیں کرنا شروع فرمائیں (1) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (2) ایلچیوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا اور تیسری وصیت سے راوی حدیث خاموش رہے اور بیان نہیں فرمائی یا بیان کی لیکن مجھے بھول گئی]

(صحیح بخاری: 4/120 رقم 3168)

جب آپ ﷺ نے جو کچھ لکھوانا تھا وہ بعد میں آپ ﷺ نے حاضرین کو بتا دیا تو پھر یہ کہنا کہ حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے کیا معنی رکھتا ہے؟

اگر ایسا ہی کوئی مسئلہ سمجھا جائے تو سب سے قریب گھر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی تھا وہ سامان کتابت لے آتے اور اپنی خلافت کے بارے میں لکھوا لیتے یہ واقعہ جمعرات کو پیش آیا اور اس کے تین دن گزرنے کے بعد چوتھے دن سوموار کو حضور ﷺ کا وصال ہوا چار دن تک حضور ﷺ نے اس واقعہ کے بعد بھی اس دنیا میں قیام فرمایا سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور صرف دو شخص آخری وقت تک بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں رہے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس کے لئے دیکھئے شیعہ کی کتاب حیات القلوب:

[حضرت امیر المؤمنین و فضل پسر عباس ازایں مرض از حضرت جدا نمی شدند و پیوستہ در خدمت آنحضرت بوند]

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بیماری کے دوران آپ سے جدا نہیں ہوئے اور لگاتار خدمت اقدس ﷺ میں حاضر رہے

(1) حیات القلوب: 2/983 (2) ارشاد شیخ مفید: ص 99

(3) اعلم الوری باعلام الہدیٰ: ص 142

اسی طرح علامہ باقر مجلسی [بحار الانوار] میں لکھتے ہے:

[فلما كان من الغد حجب الناس عنه وثقل فى مرضه وكان أمير المؤمنين

(عليه السلام) لا يفارقه إلا لضرورة]

ترجمہ: جب صبح ہوئی تو تمام لوگ جدا ہوگئے اور آپ کی بیماری شدت اختیار کرگئی تو اس دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ متواتر آپ کے پاس موجود رہے مگر بوقت ضرورت آپ سے جدا ہوئے

(1) بحار الانوار: جز 22/ 469 (2) اعلم الوری باعلام الہدیٰ: 1/ 210

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی خلافت کے متعلق لکھوالیتے جب کہ معاملہ ان کی ذات تھا تو انہوں نے یہ بات کیوں نہیں لکھوائی جب کہ اب تو وہاں پر کوئی اور خاص کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی موجود نہ تھے اور کوئی ڈر بھی نہ تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی تنہائی میں بھی سامان کتابت نہ منگوایا گیا اور نہ ہی اس مسئلہ پر دوبارہ بات چیت ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ حیلہ بھی مخالفین کا صرف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بنایا ہوا ہے

یہ سب حیلے اپنے گمراہ کن عقائد کو پھیلانے کے لئے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ میرے انتقال کے بعد لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں بنائیں گے اور تقدیر الٰہی یہ فیصلہ چکی ہے کہ یہ منصب میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا جائے گا تو پھر یہ کیسے مانا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامان کتابت اس لئے طلب فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تحریر فرمادیں اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحریر نہ فرمانا تو معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر الزام آتا ہے کہ آپ نے ایک فریضہ سرانجام نہیں دیا یہ تو توہین رسالت بنتی ہے نہ کہ محبت رسول حالانکہ اس سے قبل ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس معاملہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واضح پیش گوئی فرمائی کہ میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے اور اس کے بعد تمہارے والد خلیفہ بنیں گے اس پیش گوئی کا تذکرہ "وإذا أسر النبي إلى بعض ازواجه حديثا" آیت کے تحت تفسیر صافی اور تفسیر قمی میں موجود ہے تفسیر فرات کوفی میں منقول ہے کہ جب کسی نے حضرت امام باقر رحمہ اللہ سے پوچھا

[قال: فقال أبو جعفر عليهم السلام: بلى والله لقد كان له من الامر شئ وشئ،فقلت له: جعلت فداك فما تأويل قوله (ليس لك من الامر شئ)قال: إن رسول الله صلى الله عليه وآله حرص على أن يكون الامر لامير المؤمنين على بن أبي طالب عليه السلام من بعده، فأبى الله]

یعنی امام محمد باقر رحمہ اللہ نے لیس لك من الامر شیء (اور آپ کو اس امر میں کوئی اختیار نہیں) کی تفسیر کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ کی یہ خواہش تھی کہ آپ کے بعد امر خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملے لیکن اللہ رب العزت نے اس سے انکار کر دیا

(بحار الانوار: ج36 ص132)

ان دونوں روایات سے ثابت ہوا کہ خلافت صدیق اللہ کے نزدیک مقدر ہو چکی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل نہیں ہوں گے اسی بات کو شیعہ علامہ نے بیان کیا ہے:

[وبقي عنده العباس والفضل بن العباس وعلى بن أبي طالب، وأهل بيته خاصة. فقال له العباس: يا رسول الله إن يكن هذا الامر فينا مستقرا من بعدك فبشرنا وإن كنت تعلم أنا نغلب عليه فأوص بنا. فقال: أنتم المستضعفون من بعدي،وأصمت، فنهض القوم وهو يبكون قد يئسوا من النبي (صلى الله عليه وآله)]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین رہ گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد معاملہ خلافت ہمارے بارے میں مقدر ہو چکا ہے تو آپ ہمیں اس کی خوشخبری سنائیں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم امر خلافت کے حصول میں کامیاب نہیں ہوں گے اور لوگ ہم پر زبردستی

کریں گے تو آپ ابھی اس حق کی وضاحت فرماتے ہوئے قطعی فیصلہ فرما دیجئے یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے بعد کمزور ہو جاؤ گے یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے حاضرین یہ سن کر روتے ہوئے اٹھ گئے

(1) بحار الانوار: جز22/469 مطبوعہ بیروت

(2) الارشاد فی معرفہ حجج اللہ علی العباد: جز8/14

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

[الذليل عندی عزيز حتى آخذ الحق له، والقوی عندی ضعيف حتى آخذ الحق منه. رضينا عن الله قضاءه، وسلمناه لله أمره. أترانی أكذب على رسول الله (ص)! والله لانا أول من صدقه، فلا أكون أول من كذب عليه.
فنظرت فی أمری، فإذا طاعتی قد سبقت بيعتی، وإذا الميثاق فی عنقی لغيری]

ترجمہ: ہر ذلیل میرے نزدیک باعزت ہے جب تک اس کا دوسرے سے حق نہ لے لوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں مستحق کا حق اس کو نہ دلا دوں ہم اللہ کی قضاء پر راضی ہوئے اور اس کے امر کو اسی کے سپرد کیا اے پوچھنے والے! تو سمجھتا ہے کہ میں نبی پاک پر بہتان باندھوں گا خدا کی قسم! میں نے ہی سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ہی سب سے پہلے جھٹلانے والا بنوں، میں نے اپنے معاملے پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا اپنے لئے بیعت لینے سے بہتر ہے اور میری گردن میں غیر کی بیعت کرنے کا عہد بندھا ہوا ہے

(نہج البلاغہ: ص218 خطبہ نمبر 37)

اسی خطبہ کی شرح کرتے ہوئے ابن میثم لکھتے ہیں:

[فقوله فنظرت فاذا اطاعتی قد سبقت بیعتی ای طاعتی لرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فیما امرنی به من ترك القتال قد سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل الی الامتناع منها وقوله واذا المیثاق فی عنقی لغیری ای میثاق رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وعهده الی بعدم المشاقة وقیل المیثاق ما لزمه من بیعة ابی بکر بعد ایقاعها ای فاذا میثاق القوم قد لزمنی فلم یمکنی المخالفة بعده]

ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ پس میں نے غور وفکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا بیعت لینے سے اطاعت کرنا سبقت لے گیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترک قتال کا مجھے حکم فرمایا تھا وہ اس بات پر سبقت لے گیا ہے کہ میں قوم سے بیعت لوں واذا المیثاق فی عنقی لغیری سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجھ سے وعدہ لینا ہے مجھے اس کا پابند رہنا لازم ہے جب لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلیں تو میں بھی بیعت کرلوں پس جب قوم کا عہد مجھ پر لازم ہوا یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت مجھ پر لازم ہوئی تو اس کے بعد میرے لئے ناممکن تھا کہ میں اس کی مخالفت کرتا (شرح نہج البلاغہ لابن میثم: 2/97 مطبوعہ ایران)

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حدیث قرطاس سے یہ مراد لی جائے کہ اس میں سامان کتابت منگوانے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کو لکھ دیں جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور ان کے ساتھیوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی تھی تو جب رکاوٹ ڈالنے والوں میں کوئی بھی نہ تھا ایسی پر سکون حالت میں چند حاضرین جو اس منصب کے خواہاں تھے اور ان میں وہ شخصیت بھی تھی جن کی خلافت کو بقول شیعہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا چاہتے تھے ان حضرات کی طرف سے مطالبہ بھی ہوا اور قارئین نے دیکھا کہ شیعہ حضرات کے گھر کی کتابیں کہہ رہی ہیں کہ حضور نے خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نفی فرمادی اس بات سے یہ بھی واضح ہوا حدیث قرطاس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل

کو لکھوانے کا معاملہ ہی نہیں تھا بلکہ مسئلہ کچھ اور تھا جیسا کہ بیان کردہ روایت میں ہے کہ

[جب لوگوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ سامان کتابت لے آئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اور آپ نے انہیں تین وصیتیں کرنا شروع فرمائیں (1) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (2) ایلچیوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا اور تیسری وصیت سے راوی حدیث خاموش رہے اور بیان نہیں فرمائی یا بیان کی لیکن مجھے بھول گئی] (صحیح بخاری:4/120 رقم 3168)

بات تو جو بتانی تھی وہ حضور نے بتا دی مگر شیعہ حضرات امت میں انتشار ڈالنے کے لئے اس بات کو بتنگڑ بنا کر پیش کیا حالانکہ ان کی کتب سے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف بھی واضح کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق بات کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

07-11-2015